مسلمان اور اسکی عملی حالت

(گذشتہ سے پیوستہ)

مسلمان اور اقتصادیات یہ ظاہر ہے کہ قوموں کی ترقی وعروج کا سبب جس طرح مذہبی تثبت اور جماعتی و مرکزی استقلال مانا گیا ہے۔ اسی طرح اس کا ایک اہم جز اقتصادی حالت کی درستگی بھی ہے۔ ایک بڑی سے بڑی قوم محض اپنی اقتصادی پستی سے فنا وبرباد ہوجاتی ہے یا کردی جاتی ہے۔ اور ایک چھوٹی سے چھوٹی قوم اپنی اقتصادی خوشحالی سے بڑی سے بڑی قوم کو انگلیوں پر ناچ نچا سکتی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ جاپان چین کے مقابلہ میں بہت ہی کم تعداد والا ہے۔ اس کی فوج بھی چین کی فوج سے حد درجہ قلیل ہے۔ لیکن آج تقریباً چار سال سے اتنی بڑی حکومت سے برسرپیکار نظر آرہا ہے۔ اور اس کی قلت اس کی مغلوبیت کا سبب نہ بن سکی۔ کیونکہ اس کو اپنی اقتصادی خوشحالی پر ناز ہے۔ اور جدید سے جدید ترین اسلحہ مہیا کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسکی ہوائی اور بحری طاقت چین کیا اس سے بھی زبردست حکومت کا مقابلہ کرسکتی ہے۔

اس زمانہ میں کسی قوم کی اس کی زائد آبادی اس کی بقائے حریت پر معاون نہیں ہوسکتی۔ اگر کوئی چیز ہوسکتی ہے تو اس کی اقتصادی خوشحالی ہے۔ آج موجودہ جنگ میں جب کوئی حکومت کسی دوسری حکومت سے ٹکرانے کا ارادہ کرتی ہے تو سب سے پہلے اس کی اقتصادی حالت کی تخریب پر غور کرتی ہے اور جہانتک ہوسکتا ہے اس پر عمل درآمد شروع کردیتی ہے۔

مسلمانوں کے عروج کے زمانے میں اقتصادی حالات پر غور کرجاؤ۔ بلکہ اس کے اصل اصول۔ منطقہ ومرکز (قرآن) پر نظر کرو تو تمہیں بیشتر مقامات میں اقتصادی نظام کے متعلق تعلیمی حصہ نظر آئیگا۔ اس میں عبادات واخلاق کے ساتھ ہی ساتھ سیاست مدن وتدبیر منزل اور اصول معیشت کے نظریہ کو بھی مستحکم کیا گیا ہے[1]۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ تم یہود ونصاری کی طرح دنیاوی معاملات سے کنارہ کش ہوکر صومعوں اور گرجوں میں گوشہ نشین ہوجاؤ۔ بلکہ وہ تو اسلامیت کو عملی اقدام ومعاشی جدوجہد میں نمایاں دیکھنا چاہتا ہے۔ اس کے نزدیک گویا وہ مسلمان کامل مسلمان ہی نہیں جو عملی جدوجہد میں حصہ نہ لیتا ہو۔ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (اللہ کا فضل تلاش کرو) بصیغہ امر۔ عملی جدوجہد معاشی ابتغار و کوششوں کو فرض کررہا ہے۔

یہ نیلگوں آسمان۔ یہ گوناگوں رنگوں والی زمین۔ یہ سورج وچاند وستارے۔ یہ مختلف مواسم وفصول آخر ان کے وجود کا مقصد کیا ہے یہی کہ انسان ان سے اپنے عملی جدوجہد اور معاشی ابتغار میں امداد لے سکے۔ اور

[1] وہ یہ نہیں کہتا کہ تم سیاسیات ومعاشی جدوجہد سے الگ ہوکر صرف عبادت میں لگے رہو۔

مقصد تخلیق انسانیت کو پورا کرتا ہے۔ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ (اعراف ع ۱) یعنی اس زمین میں ہم نے تمہاری بقا کیلئے ہر طرح کی معاش پیدا کر رکھی ہے " اسکو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ کوشش ہی کیا۔ بلکہ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (جمعہ) یعنی جب نماز (جمعہ) ادا کرلی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (روزی) ڈھونڈو۔

انبیاء علیہم السلام کے افعال و کردار امت کیلئے ایک نمونہ عمل ہوا کرتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ سہواً یا ان کے ساتھ مخصوص نہ ہوں۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں محض امت کی تعلیم۔ اور اقدام علی العمل مقصود ہوا کرتا ہے۔ اگر عملی جدوجہد اور معاشی سرگرمیاں خلاف توکل اور عبادت میں مخل ہوتیں۔ تو یقیناً وہ عملی جدوجہد میں ہرگز کوئی حصہ نہ لیتے۔ اور رہبانیت اختیار کرکے گوشہ نشین ہو کر دنیاوی تعلقات سے علیحدہ ہو جاتے اور یہ امت کیلئے ایک تعلیم ہوتی۔ مگر یہاں تو ان کا سارا وقت نہایت مشقت اور جدوجہد میں گذرا۔ انھوں نے خود اپنے ہاتھوں سے محنت کرکے اپنی معاش حاصل کی۔ حضرت نوحؑ۔ حضرت ادریسؑ۔ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت لوطؑ۔ حضرت داؤدؑ۔ اور خود ہمارے رسول فداہ ابی وامی کی حیات مقدسہ پر نظر کر جاؤ۔ ان حضرات کی ساری زندگی۔ اسی عملی جدوجہد میں گذری کسی نے خیاطی (درزی کا پیشہ) کرکے دنیا میں رزق حاصل کیا تو کسی نے نجاری (بڑھئی کا پیشہ) و کاشتکاری کو اپنا شعار بنایا۔ کسی نے حدادی (لوہار کا پیشہ) سے معاش پیدا کیا تو کسی نے تجارت کو اپنا لائحہ عمل بنایا۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے پہلے اپنا و نیز اہل کا ذریعہ معاش تجارت کو قرار دیا تھا۔ خود بنفس نفیس بہت تکلیفیں اٹھا کر بحرین۔ یمامہ یمن، اور عرب کی سرزمین میں سرگرداں پھر چکے تھے۔ متعدد مرتبہ سرزمین شام میں تجارت کرتے ہوئے نظر آئے۔ آپ وہ تھے کہ صرف ایک اشارہ کرنے سے اُحد کا سارا پہاڑ خزانہ بنکر قدموں پر نچھاور ہو جاتا لیکن آپ کو تو نمونہ بنکر قوم کی اقتصادی حالت کو سنوارنا تھا۔ حدیثوں کو اٹھا کر دیکھ جاؤ۔ ساری کتابوں میں کتاب البیوع سے بھی تمکو روشناس ہونا پڑے گا۔ اس کے بیان کرنیکا مقصد کیا تھا۔ تاکہ مسلمان ہمیشہ اقتصادی خوشحالی پر نظر رکھیں۔

آپ کے جانبازوں کو بھی دیکھ جاؤ۔ باوجودیکہ دنیا کی ساری دولتیں۔ حکومتیں پیروں کے نیچے روندی ہوئی نظر آرہی ہیں۔ لیکن وہ کبھی اقتصادیات سے غافل نہ ہوئے۔ ہزارہا کارخانے ملکوں میں کھلے ہوئے تھے۔ ان کو خراج یا زکوٰۃ پر اتنا بھروسہ نہ تھا جتنا اپنی اقتصادی خوشحالی پر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسلامی ممالک کا کوئی شہر کوئی قصبہ ایسا نہ تھا جس میں کوئی نہ کوئی کارخانہ موجود نہ رہا ہو۔ تمام شہروں اور کارخانوں کا گننا نا بہت سے صفحات کو چاہتا ہے جگہ کی قلت کے باعث بطور مثال چند مقاموں اور کارخانوں کا ذکر کر رہا ہوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ مسلمانوں نے اقتصادی ترقی کا کتنا لحاظ رکھا تھا۔

بغداد جو مسلمانوں کی شان و شوکت کا مرکز تھا۔ وہ اور اس کے قرب و جوار کے دیہات کپڑا سازی میں

مشہور تھے۔ سبن بغداد کا ایک مشہور گاؤں ہے جس میں سبنی کپڑے بُننے کے مشہور کارخانے تھے۔ یہ کپڑا ایسا ہی مائل تہمد ہوتا تھا جو سوت و حریر سے ملکر تیار ہوتا تھا۔ ابن خلدون نے اخبار اندلس میں جن مشہور چادروں کا ذکر کیا ہے وہ یہیں کے تیار کردہ ہوتے تھے۔ یاقوت حموی نے خطیرہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ کہ یہ بغداد کا ایک بڑا گاؤں ہے جس میں باریک خوبصورت سوتی کپڑے بننے کے کارخانے ہیں۔ تاجر یہیں سے ان کپڑوں کو مختلف ممالک میں لیجا کر بیچتے ہیں۔ مخرم بغداد کا ایک محلہ ہے جہاں مختلف قسم کے جالی دار کپڑے تیار ہوتے ہیں۔

مقدسی نے اپنے مشہور رسالۂ بغداد۔ لغۃ العرب میں حسب ذیل مقالہ درج کیا ہے "کیا تم نے بصرہ کے ریشم وہاں کے کپڑے اور دیگر چیزوں کا ذکر نہیں سنا ہے۔ ابلہ میں کتان کے قیمتی کپڑے بُنتے ہیں اور کوفہ میں ریشم کے نہایت عمدہ عمامے۔ بغداد میں نادر چیزیں اور طرح طرح کے ریشمی کپڑے۔ نعمانیہ میں چادریں اور عمدہ اونی کپڑے۔ قصریہ اور لوبتیہ میں رومالیں۔ تکریت کے اونی کپڑے۔ واسط کے پردے۔ دار القز بغداد کا محلہ ہے وہاں کے کاغذ۔ شاطبہ کے کاغذ جہاں سے اندلس کے تمام شہروں میں کاغذ کی سپلائی ہوتی تھی۔ تونس افریقہ کا مشہور شہر ہے اس میں مٹی کے نہایت شفاف اور خوبصورت برتن سازی کے کارخانے تھے۔ بعلبک۔ صنعت و حرفت کا ایک مشہور مشرقی شہر ہے۔ یہاں لکڑی کے عمدہ عمدہ برتن اور چمچے تیار ہوتے تھے۔ یورپ کے بعض شہروں میں یہاں کا مال نمائشی جاتا تھا۔ حنسار میں بانس کے برتن سازی کے کارخانے تھے۔ مشہور بانس کی تشتیں ہندوستان و خراسان وغیرہ تک یہیں سے آتی تھیں۔ بانس کے ٹکڑے آپس میں اس طرح خوبی سے جوڑے جاتے تھے کہ دیکھنے والوں کو جوڑ کا شبہ بھی نہیں ہوتا تھا۔ منار حلب کے قریب ایک قدیمی شہر ہے جہاں عمدہ قسم کے دیگ اور مختلف قسم کے تانبے کے برتن لوٹے بنائے جاتے تھے۔ حلب کو زمانۂ قدیم ہی سے شیشہ سازی میں مہارت حاصل تھی۔ یہاں کا شیشہ چونے کی مانند سفید اور شفاف ہوتا ہے۔ یمن۔ غمات۔ غدامس چمڑے کی دباغت میں مشہور تھے۔ یہاں کے چمڑے خوبصورت اور ریشم کی طرح ملائم ہوتے تھے۔ اہل مغرب یہاں کے جوتے پسند اور خرید کرتے تھے۔ حدیثوں میں ادیم یمنی کا ذکر بھی آیا ہے۔ صنعا یمن کا مشہور شہر ہے۔ یہاں بھی چمڑے کی دباغت کیلئے بیشمار کارخانے تھے۔ آمل۔ طبرستان کا ایک مشہور شہر ہے یہاں ہر قسم کے عمدہ مصلے اور قالینیں تیار ہوتے تھے۔ آلش اندلس کا شہر ہے یہاں کے مشہور قالین ہندوستان۔ شام۔ مصر۔ عراق۔ اور چین تک خرید کئے جاتے تھے۔ اہواز میں عمدہ خوبصورت پردے ہوتے تھے۔ غندجان ایران کا ایک شہر ہے جہاں قالین۔ کرسیاں اور پردے تیار ہوتے تھے اور اکثر شاہی سامان یہیں کا تیار کردہ ہوتا تھا۔"

الغرض ممالک اسلامیہ کا کوئی ایسا شہر نہیں تھا جہاں صنعتی ترقی کا لحاظ نہ رہا ہو۔ آخر میں مضمون نگار نے اس مقالہ کو ایک یاس اور تاسف انگیز جملہ کے ساتھ ختم کر دیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ آج ان صنعتوں کا نام و نشان بالکل مٹ گیا اور بجز حریر کے تہمد وں کے اور کوئی صنعت مخصوص طور پر باقی نہیں ہے۔ کیونکہ یورپین صنعتوں نے ان

سب کا گلا گھونٹ دیا ہے۔ کاش وہ دن آئے جب ہماری قدیم صنعتیں دوبارہ زندہ ہو جائیں۔

ناظرین کرام! اس تاریخی صداقت سے معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں نے کبھی بھی خراج یا غنیمت کے مالوں پر اپنی ترقی کے انحصار کو موقوف نہ رکھا۔ بلکہ انھوں نے ہر طریقہ سے اپنی اقتصادی حالت کو درست کیا۔ اور جا بجا کارخانے قائم کئے جس سے ان کو کسی کا دست نگر نہ ہونا پڑا۔ اسوقت تک انھوں بے نظیر ترقی کی۔ لیکن جوں جوں ان کی صنعتیں دوسروں کے ہاتھوں میں جاتی رہیں وہ کمزور ہوتے گئے بالآخر بہت ہی ذلت سے ان کو حکومت وخلافت سے دست بردار ہونا پڑا۔ اور کو جانے دیجئے۔ ہندوستان ہی کو لیلیجئے۔ انگریزوں نے کس طرح ہندوستان کی صنعت پر کنٹرول حاصل کیا اور آخر میں کیونکر مسلمانوں سے سلطنت چھین کر برسر اقتدار ہوئے۔ ہندوستان کی کروڑہا مسلم آبادی منہ دیکھتی رہ گئی اور ذلت وغلامی کا طوق گردن میں ڈال لینا پڑا۔ مسلمانوں نے اپنی دیگر صنعتوں کو اس سے پہلے ہی ہندوؤں کے قبضے میں دیدیا تھا۔ تجارت، صنعت حرفت۔ دکانداری۔ کاشتکاری غرض جتنی اقتصادی صورتیں تھیں حکومت اور منصب کے ایک موہوم تصور نے ان کے قلوب پر ایسا تاریکی کا پردہ ڈالدیا تھا کہ آہستہ آہستہ ہندو ان پر قابض ہوتا گیا۔ اور جب پوری طرح پامال ہو چکے - - - - - - تب آنکھ کھلی۔ لیکن اب کیا تھا۔ نہ حکومت نہ صنعت اور نہ حرفت وپیشہ ہزارہا افراد نے بھوک کی شدت اور افلاس کی مصیبت سے لاچار ہو کر خودکشی کی یا ترک مذہب کو اختیار کیا۔ بہتوں نے سوال اور بھیک کو اپنا زادراہ بنایا۔ مگر ہندو پریشان نہ ہوا۔ اس نے خودکشی نہ کی ترک مذہب پر مجبور نہ ہوا کیونکہ اس کے پاس اقتصادی خوشحالی تھی۔ تمام صنعتوں اور تجارتوں پر قبضہ تھا۔ یہ ہے حشر اس قوم کا جس کی اقتصادی بدحالی انتہا تک پہنچ چکی ہو۔ یقیناً اس قوم کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں جس کے پاس نہ مذہب ہو نہ اقتصاد۔ یہ ہیں ہندوستان کے مسلمان اور پھر شور ہے کہ ہم تباہ وبرباد ہو گئے

آہ! اے غافل مسلمان! کیا اتنے افراد کو ضائع کرنے کے بعد بھی تیری آنکھ نہ کھلی۔ کیا مذہب واقتصاد کو پس پشت ڈالنے کے بعد بھی تو ہوشیار نہ ہوا۔ اب کس چیز کا انتظار ہے۔ کیا اس انقلاب کا جبکہ تم کو ایک مجبور بکری کی طرح دہریت وفسطائیت اور ہلاکت کی طرف گھسیٹا جائیگا اور مساعدت نہ کرنے پر تم کو مذہبی دیوتا پر بھینٹ چڑھا دیا جائیگا کیا تمکو اپنی کثرت پر ناز جبکہ تمہاری کثرت بھیڑوں کے غول کی طرح ہے۔ ہندو مطمئن ہے خوفزدہ نہیں وہ تو اپنا مستقبل درخشاں دیکھ رہا ہے خود بھی بیدار ہو چکا ہے۔ وہ قوت حاصل کر سکتا ہے سپاہ مرتب کر سکتا ہے۔ سامان دفاع مہیا کر سکتا ہے۔ اس کے پاس مال ہے دولت ہے صنعت وتجارت ہے ملازمت ہے۔ تم کسی قوم کا مقابلہ نہیں کر سکتے کیونکہ بالکل نہتے ہو۔ تمہاری ایمانی قوت بھی نہیں جو تمکو دوسروں پر غلبہ دے۔ تمہاری وہ سلطنتیں بھی لرزہ براندام ہیں جن کے پاس دولت وثروت ہے۔ قوت دفاع بھی ہے۔ لیکن افسوس اگر بالکل

بے دست وپا ہے تو وہ ہندی مسلمان ہے ؎ چکور اور شہباز سب اوج پر ہیں۔ فقط ایک ہم ہیں کہ بے بال وپر ہیں۔